صحابہ کرامؓ اور تفسیر و اصولِ تفسیر

ڈاکٹر حافظ عبداللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

صحابہ کرامؓ ہی وہ مقدس و خوش نصیب طبقہ ہے جو فیضان نبوت سے براہِ راست مستفیض ہوا اور جس پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بغیر کسی حجاب کے پڑیں جن کے قلوب مشکوۃِ نبوت سے مستنیر ہوئے اور جن کی تعلیم و تربیت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور انہیں مہبطِ وحی و حامل قرآن سے بلا واسطہ تلمذ و تعلم کا شرف حاصل ہوا اس سے بڑھ کر سعادت و خوش بختی کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اپنے آخری نبی کی صحبت و رفاقت کے لیے خود منتخب فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت و رفاقت اور تعلیم و تزکیہ نے انہیں علم و عمل کے اس کمال پر پہنچا دیا کہ اس سے آگے نبوت کے علاوہ کوئی اور مقام نہیں ہے۔

یہی وہ طبقہ ہے جس کی قرآن کریم نے من حیث الطبقہ تقدیس بیان کی ہے اور جس کے قلوب کو تقویٰ و طہارت سے جانچا پرکھا بتلایا ہے اور انہیں مجموعی طور پر راضی و مرضی فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ﴾(۱)

''اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے۔''

ارشاد ہے :

﴿والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری من تحتها الانهار خلدين فيها ابدا ذلک الفوز العظيم﴾(۲)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اوراس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طبقہ کے لیے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرمانا بہت بڑی سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نبوی صحبت و معیت میں رہ کر اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے رنگ میں اس طرح رنگ لیا اور اپنے ذوق و مزاج کو نبوی ذوق و مزاج سے اس طرح ہم آہنگ کرلیا کہ خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے علم وفہم اور عمل و کردار پر کامل اعتماد کا اظہار فرمایا۔

دورِ افتراق وفتن میں فرقہ ناجیہ کے متعلق جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"ما انا عليه و اصحابی"(۳)

''میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ''

معلم کتاب وحکمت کی جانب سے صحابہ کرامؓ کے علم وعمل کی صحت و معیار کی یہ بہت بڑی سند ہے۔ (۴)

اسی لیے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

"من كان مستنا، فليستن بمن قدمات، فان الحی لا تؤمن عليه الفتنة . اولئک أصحاب محمد ﷺ كانوا افضل هذه الامة ، ابرها قلوبا ، و اعمقها علما، و اقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه، ولا قامة دينه ، فاعرفوا لهم فضلهم، واتبعوهم على آثارهم ، و تمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم "(۵)

''جو شخص پیروی کرنا چاہے اسے ان لوگوں کی پیروی کرنا چاہئے جو وفات پا چکے ہیں کیونکہ جو زندہ ہیں وہ فتنوں سے محفوظ نہیں (یعنی ان کے فتنوں میں مبتلا ہونے کا امکان ہے) اور وہ (قابل اتباع فوت شدہ) لوگ محمد ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل ہیں اور دل کے اعتبار سے بہت نیک ہیں اور ان کا علم بہت گہرا ہے اور ان میں تکلف بہت کم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب کیا تھا۔ پس ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے نقوش قدم کی پیروی کرو۔ اور جس قدر ہو سکے ان کے اخلاق و سیرت کو پکڑے رکھو کیونکہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔''

نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن کریم کی تفسیر کا سب سے بڑھ کر حق اسی گروہ کو حاصل ہوسکتا ہے جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند عطا فرما کر، اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہی وہ گروہ ہے جس کے مزاج کو قانونِ الٰہی کے مزاج سے سب سے بڑھ کر ہم آہنگی حاصل ہے۔

قرآن کریم کے ، یہ صحابہ کرامؓ ، ایسے متعلمین ہیں جنھوں نے براہِ راست نبی کریم ﷺ سے قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کا علم حاصل کیا اور آپ کی صحبت و معیت

میں رہ کر عمل سے بھی آراستہ ہوئے یہ وہ شرف ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"یجب أن یعلم أن النبی ﷺ بین لا صحابه معانی القرآن کما بین لهم الفاظه، فقوله تعالیٰ ﴿لتبین للناس ما نزل الیهم﴾ یتناول هذا و هذا، وقد قال ابو عبدالرحمن السلمی: حدثنا الذین کانوا یقرؤننا القرآن. کعثمان بن عفان و عبدالله بن مسعود و غیرهما. أنهم کانوا اذا تعلموا من النبی ﷺ عشر آیات لم یجاوزوها حتی یتعلموا ما فیها من العلم والعمل ، قالوا : فتعلمنا القرآن والعلم و العمل جمیعا. ولهذا کانوا یبقون مدة فی حفظ السورة. وقال انس : کان الرجل إذا قرأ البقرة و آل عمران جل فی أعیننا و أقام ابن عمر علی حفظ البقرة عدة سنین . قیل ثمان سنین . ذکره مالک. وذلک أن الله تعالیٰ قال ﴿کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته﴾(٦) وقال ﴿ أفلا یتدبرون القرآن﴾ (٧) وقال ﴿أفلم یدبروا القول) (٨) وتدبر الکلام بدون فهم معانیه لا یمکن. وکذلک قال تعالیٰ ﴿ انا انزلناه قرانا عربیا لعلکم تعقلون﴾ (٩) وعقل الکلام متضمن لفهمه و من المعلوم ان کل کلام فالمقصود منه فهم معانیه دون مجرد الفاظه، فالقرآن اولی بذلک.

و ایضا فالعادة تمنع أن یقرأ قوم کتابا فی فن من العلم کالطب والحساب ولا یستشرحوه. فکیف بکلام الله الذی هو

عصمتهم و به نجاتهم و سعادتهم و قیام دینهم و دنیاهم ولهذا کان النزاع بین الصحابة فی تفسیر القرآن قلیلاجدا"(۱۰)

''اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن کے معانی بھی بتلائے جیسا کہ آپ نے ان کے لئے اس کے الفاظ بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''تا کہ تو بیان کرے لوگوں کے سامنے جوان کے لئے نازل کیا گیا۔'' میں ''بیان'' سے مراد دونوں ہیں ابوعبد الرحمان السلمی کا قول ہے کہ ہمیں جن لوگوں نے قرآن پڑھایا جیسے عثمان بن عفانؓ اور، عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرھم، ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم جب نبی ﷺ سے دس آیات کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ ان آیات کا علم وعمل مکمل نہ کر لیں۔ اس طرح ہم نے قرآن کو علم وعمل، دونوں لحاظ سے سیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان (صحابہؓ) کو ایک سورت کے حفظ میں مدت لگ جایا کرتی تھی۔ اور حضرت انسؓ کا فرمان ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ البقرۃ وآل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نظروں میں بڑا بن جاتا۔ ابن عمرؓ کو سورۃ البقرہ کے حفظ میں کئی سال لگ گئے۔ امام مالک کی روایت کے مطابق آٹھ سال لگے۔

اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یہ کتاب مبارک ہے جسے ہم نے تمہاری طرف اتارا ہے تا کہ یہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں۔''

''یہ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے۔''

''کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا۔''

اور ظاہر ہے کہ کسی کلام کے معانی کو سمجھے بغیر اس پر تدبر کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے یہ قرآن عربی میں نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو۔''

اور کسی بات کا عقل میں آنا اس بات کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ اور یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر کلام کا مقصد اس کے معانی کا سمجھانا ہونا ہے نہ کہ محض الفاظ کا سنانا۔'' اور قرآن اس بات کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

اوراسی طرح عادتا یہ بھی محال ہے کہ کوئی شخص کسی فن کی کتاب پڑھے جیسا کہ طب اور حساب اور اس کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے۔ جب عام کتابوں کا یہ حال ہے تو اللہ کے کلام کا فہم ، جو لوگوں کے لئے پناہ گاہ ان کی نجات و سعادت کا ذریعہ اور ان کے دین و دنیا کے قیام کا باعث ہے کس قدر ضروری ہو گا۔

علامہ ابن خلدون اپنے ''مقدمہ'' میں لکھتے ہیں:

''و أما التفسير فاعلم أن القران نزل بلغة العرب و على أساليب بلاغتهم، فكانوا كلهم يفهمونه و يعلمون معانيه فى مفرداته و تراكيبه. وكان ينزل جملا جملا، و آياتِ آياتِ ، لبيان التوحيد والفروض الدينية بحسب الوقائع. و منها ما هو فى العقائد الايمانية، و منها ما هو فى احكام الجوارح ، و منها ما يتقدم و منها ما يتاخر و يكون ناسخاله .و كان النبى ﷺ وهو المبين لذلک کما قال تعالىٰ: ﴿لتبين للناس ما نزل اليهم﴾ فكان النبى ﷺ يبين المجمل و يميز الناسخ من المنسوخ، و يعرفه

اصحابه، فعرفوه ، و عرفوا سبب نزول الآيات و مقتضى الحال منها منقولاً عنه، كما علم من قوله وتعالىٰ ﴿اذا جاء نصر الله والفتح﴾ أنها نعي النبى ﷺ و امثال ذلک و نقل ذلک عن الصحابة رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین "(۱۱)

''جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے تو جان لو کہ قرآن اہل عرب کی لغت اور اسالیب بلاغت پر نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو سمجھتے اوراس کے الفاظ مفردہ اور تراکیب کے معانی و مطالب کو جانتے تھے۔ اور پھر انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ قرآن موقع کی مناسبت سے کبھی تدریجاً کبھی آیت آیت کی صورت میں ،توحید کے بیان اور احکامِ دینیہ کی وضاحت کے لئے نازل ہوتا۔ کبھی کسی آیت میں عقائد ایمانیہ کا بیان ہوتا تو کسی میں عملی عبادات کی تلقین اور کبھی کوئی آیت نازل ہو کر کسی پہلی آیت کی ناسخ بنتی ۔ اور نبی ﷺ ان تمام امور کی وضاحت فرماتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔'' تا کہ تو بیان کرے لوگوں کے لئے جو ان کی طرف نازل کیا گیا پس نبی کریم ﷺ مجمل کی تبیین فرماتے اور ناسخ و منسوخ کی وضاحت فرماتے اور صحابہ کرام کو ان باتوں کی تلقین دیتے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آپ سے ان کی معرفت حاصل کی اور آیات کے نزول کے اسباب اور مقتضائے حالؒ کو جانا جیسا کہ صحابہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ'' جب آ پہنچی اللہ کی نصرت و فتح'' سے نبی ﷺ کی وفات کی خبر مراد لی۔ اور اسی طرح بہت سی امثلہ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی جماعت وہ جماعت ہے جو نزولِ قرآن کی عینی شاہد ہے بلکہ قرآنِ

کریم کے ایک بڑے حصہ کا شانِ نزول خود صحابہ کرامؓ کے احوال و واقعات ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کرام جیل القرآن ہیں تو بجا ہے اور کوئی بعد میں آنے والا طبقہ یہ شرف حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"سلونی فوالله لا تسالون عن شئی إلا أخبرتكم ، و سلونی عن كتاب الله فوالله ما من آية و أنا أعلم أبليل نزل أم بنهار؟ أم فی سهل أم فی جبل ؟"(۱۲)

"مجھ سے پوچھو، اللہ کی قسم تم مجھ سے کسی چیز سے متعلق سوال کرو گے تو میں تمہیں اس کی خبر دوں گا اور مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو۔ اللہ کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے:

"والله ما نزلت اية إلا وقدعلمت فيم انزلت و أين أنزلت ؟ إن ربی و هب لی قلبا عقولا و لسانا سؤلا"(۱۳)

"اللہ کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں، میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"والله الذی لا اله غيره ما انزلت سورة من كتاب الله ، إلا أنا أعلم اين أنزلت ، ولا انزلت آية من كتاب الله ، إلا أنا أعلم فيم

انزلت ، ولو اعلم احدا أعلم منی بکتاب الله تبلغه الابل لرکبت الیه "(۱۴)

"اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کتاب اللہ میں کوئی ایسی سورت نہیں جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور نہ ہی کوئی آیت ہے جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں خبر ملتی کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور سواری اس تک پہنچ سکتی تو میں اس تک ضرور پہنچتا۔

اسی لیے علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"و اما بیان الصحابة فان أجمعوا علی ما بینوه فلا إشکال فی صحته أیضا، کما أجمعوا علی الغسل من التقاء الختانین المبین لقوله تعالیٰ: ﴿و إن کنتم جنبا فاطهروا﴾ و إن لم یجمعوا علیه فهل یکون بیانهم حجة؟ أم لا ؟ هذا فیه نظر و تفصیل ، ولکنهم یترجح الاعتماد علیهم فی البیان ، من وجهین:(أحدهما) معرفتهم باللسان العربی، فانهم عرب فصحاء، لم تتغیر ألسنتهم ولم تنزل عن رتبتها العلیا فصاحتهم، فهم أعرف فی فهم الکتاب والسنة من غیر هم فإذا جاء عنهم قول أو عمل واقع موقع البیان صح اعتماده من هذه الجهة.

(والثانی) مباشرتهم للوقائع والنوازل ، و تنزیل الوحی بالکتاب والسنة ، فهم أقعد فی فهم القرائن الحالیة و أعرف بأسباب التنزیل ، و یدرکون ما لا یدرکه غیرهم بسبب ذلک،

والشاهد یری مالا یری الغائب"(۱۵)

''اور جہاں تک صحابہ کرام کی کسی تفسیر کا تعلق ہے تو اگر کسی ایک تفسیر پر ان کا اجماع ہے تو اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اگر تم جنبی ہو تو غسل کر لو'' کی تفسیر میں صحابہ کرام کا دو شرم گاہوں کے ملنے پر غسل کے وجوب پر اجماع ہے۔ صحابہ کے عدم اجماع کی صورت ان کی تفسیر حجت ہوگی یا نہیں؟ یہ محل تحقیق و تفصیل ہے لیکن دو وجوہات کی بنا پر ان کی تفسیر پر اعتماد کرنا ہی راجح ہے۔ اول: ان کا عربی زبان میں کماحقہ واقف ہونا کیونکہ وہ عرب فصحاء میں سے تھے۔ ان کے ملکہ لسانی میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے کمالِ وضاحت میں کوئی فرق واقع ہوا۔ اور بعد میں آنے والوں سے صحابہ کرام کتاب و سنت کے فہم میں بڑھ کر ہیں اور اگر کسی مسئلہ کے بارے میں ان کی قولی یا عملی تفسیر مل جائے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا۔

دوم: اور وہ ان حوادث و وقائع کو براہ راست جاننے والے تھے جو نزول کتاب و سنت کے اسباب میں سے تھے اس لئے وہ اسباب نزول کی معرفت اور قرائن حالیہ کے فہم میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اس لئے کتاب و سنت کا جو فہم صحابہ کو حاصل تھا وہ بعد والوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جیسا کہ مشہور ہے کہ غائب عینی شاہد کے برابر نہیں ہوسکتا۔

علامہ زرکشی ''البرھان'' میں فرماتے ہیں:

"والثانی ینظر فی تفسیر الصحابی ، فإن فسره من حیث اللغة فهم "اهل اللسان " فلا شک فی اعتمادهم ، و إن فسره بما شاهده من الأسباب و القرائن فلا شک فیه، و حینئذ إن

تعارضت أقوال جماعة من الصحابة، فان أمكن الجمع فذاک و إن تعذر قدم ابن عباس ، لأن النبی ﷺ بشره بذلک حیث قال: ﴿اللهم علمه التاویل﴾ وقد رجح الشافعی قول زید فی الفرائض ، لقوله صلی الله علیه وسلم (أفرضکم زید) فإن تعذر الجمع جاز للمقلد أن یاخذ بایها شاء "(١٦)

"دوم: صحابی کی تفسیر دیکھی جائے گی اگر وہ لغت کے اعتبار سے ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اہل لسان ہیں اور اگر ان کی تفسیر اسباب و قرائن سے متعلق ہے جن کے وہ خود شاہد ہیں تو وہ بھی شک سے بالاتر ہے اور اگر اس وقت صحابہ کے باہمی اقوال میں اختلاف ہوا تو پہلے جمع و تطبیق کی کوشش کی جائے گی اور اگر جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو ابن عباسؓ کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ نبی ﷺ نے ان کو دعا دی (اے اللہ اسے کتاب کی تفسیر کا علم عطا کر) اور امام شافعیؒ نے علم الفرائض میں حضرت زیدؓ کے قول کو ترجیح دی اس لئے کہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ تم میں سے زید سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا ہے۔ پس اگر صحابہ کے باہمی اقوال میں جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو مقلد کے لئے اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔)"

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر کے "مقدمہ" میں لکھتے ہیں:

"و اذا لم نجد التفسیر فی القرآن ولا فی السنة ، رجعنا فی ذلک إلی اقوال الصحابة، فإنهم أدری بذلک ، لما شاهدوا من القرائن والأحوال التی اختصوا بها، ولما لهم من الفهم التام، والعلم الصحیح ، والعمل الصالح، لاسیما علماؤهم و

كبراؤهم كالخلفاء الراشدين، والأئمة المهتدين المهديين"(۱۷)

''اور جب ہمیں کوئی تفسیر قرآن و سنت میں نہ ملے تو ایسی صورت میں اقوال صحابہ کی طرف سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ تفسیر کو جاننے والے ہیں وہ ان قرائن و احوال کا مشاہدہ کرنے والے جوان کے ساتھ خاص ہیں اور ان کا فہم مکمل اور علم وعمل دونوں صحیح ہیں اور خاص طور پر علم میں ان کے بڑے بزرگ جیسے خلفائے راشدین جو امام ہیں اور ہدایت یافتہ ہیں۔''

امام حاکم فرماتے ہیں:

"فان الصحابی الذی شهد الوحی والتنزیل فأخبر عن اية من القرآن انما نزلت فی کذا و کذا فانه حدیث مسند"(۱۸)

''اگر کوئی صحابی کسی آیت کا سبب نزول بیان کرے جس کا وہ خود شاہد ہے تو اس کے سبب نزول سے متعلق اس روایت کو مسند کی حیثیت حاصل ہو گی۔

ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"ما قيل من ان تفسير الصحابی حديث مسند فانما ذلک فی تفسير يتعلق بسبب نزول آية يخبر به الصحابی أو نحو ذلک . کقول جابر رضی الله عنه . كانت اليهود تقول من اتی امراته من دبرها فی قبلها جاء الولد احول فأنزل الله عزوجل ﴿نساؤكم حرث لكم﴾ " (۱۹)

''جو یہ کہا جاتا ہے کہ صحابی کی تفسیر مسند حدیث کا درجہ رکھتی ہے تو یہ

آیت کے سبب نزول سے متعلق ہے کہ جس کی خبر صحابی نے دی ہے یا اسی قسم کی روایات سے متعلق ہے۔ جیسا کہ جابرؓ کا قول ہے یہود کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی عورت کی شرم گاہ کی طرف پیچھے سے آئے اس کا لڑکا بھینگا ہوتا ہے۔ تو اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں)''

علامہ نووی نے ''تقریب النواوی '' میں علامہ ابن کثیر نے ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث '' میں اور علامہ سیوطی نے ''تدریب الراوی '' میں بھی صحابہ کرامؓ کی اسباب النزول کے متعلق روایات کو احادیث مرفوع کہا ہے ۔ (۲۰)

تفسیر قرآن میں علم اسباب النزول کی جو اہمیت ہے وہ ظاہر ہے اور صحابہ کرام نہ صرف اس علم کو سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں بلکہ اس علم کے ماخذ اور مرجع بھی ہیں۔

اگر چہ صحابہ کرامؓ من حیث الجماعۃ بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے بڑھ کر قرآن کا فہم رکھنے والے اور قرآن کی تفسیر جاننے والے تھے مگر باہمی طور پر صحبت و معیت نبوی کے فرق اور افہام وعقول کے تفاوت کی بنا پر فہم قرآن اور علم تفسیر قرآن میں بھی متفاوت تھے۔

علامہ سیوطی نے تفسیر قرآن میں سب سے زیادہ شہرت کے حامل دس صحابہ کا ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

''اشتهر بالتفسير من الصحابة عشرة : الخلفاء الأربعة ، وابن مسعود، و ابن عباس ، و ابى بن كعب ، وزيد بن ثابت، و أبو موسىٰ الأشعرى، و عبدالله بن الزبير، أما الخلفاء فأكثر من روى عنه منهم على بن أبى طالب ، والرواية عن الثلاثة نزرة جدا،

وكان السبب في ذلك تقدم و فاتهم، كما أن ذلك هو السبب في قلة رواية أبي بكر رضى الله عنه للحديث ، ولا أحفظ عن أبي بكر رضى الله عنه في التفسير الا آثارا قليلة جدا لا تكاد تجاوز العشرة "(۲۱)

''تفسیر میں سب سے زیادہ شہرت ۱۰ صحابہ کو حاصل ہے ۔ خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسی الاشعری اور عبداللہ بن زبیر اور جہاں تک خلفائے اربعہ کا تعلق ہے تو ان میں سب سے زیادہ روایات حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ہیں اور باقی تین سے بہت کم تفسیری اقوال منقول ہیں اوراس کا سبب یہ ہے کہ ان کی وفات بہت پہلے ہوگئی جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حدیث میں قلت روایت کا بھی یہی سبب ہے اور مجھے حضرت ابوبکرؓ سے تفسیر سے متعلق بہت کم اقوال یاد ہیں جن کی تعداد ۱۰ سے زیادہ نہیں۔''

مذکورہ بالا اکابر صحابہ کے علاوہ کچھ دیگر صحابہ سے بھی تفسیری روایات منقول ہیں مگر وہ کم ہیں اور ان کو زیادہ شہرت تفسیر کے باب میں نہیں ہوسکی ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔	انس بن مالکؓ	۲۔	ابو ہریرہؓ
۳۔	عبداللہ بن عمرؓ	۴۔	جابر بن عبداللہ
۵۔	عبداللہ بن عمرو بن العاص	۶۔	عائشہ صدیقہؓ

مشہور مفسرین صحابہ میں بھی سب سے زیادہ روایات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہیں اگرچہ حضرت ابن عباس کی عمر نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت صرف تیرہ برس تھی مگر اکابر صحابہؓ کی صحبت ، خداداد عقل و فہم اور رسول اللہ کی دعا ''اللھم